نقد و نظر

مولانا محمد عبدالحق چوہان

آخری قسط

اظہارِ حقیقت

عویمر بن مالک ویقال ابن عامر الانصاری الخزرجی ابوالدرداء اسلم یوم بدر وشهد أحداً فابلی یومئذ روی عنه ابنه بلال وزوجة ام الدرداء - وجبیر بن نفیر وخلق - والحقه عمر بالبدریین فی العطاء مات سنة اثنین وثلاثین

[اسعاف المبطاء برجال الموطاء از علامہ سیوطی - زیرِ عنوان حرف العین]

حضرۃ عویمر بن مالک اور بعض نے آپ کے والد کا نام عامر ذکر کیا ہے آپ انصار کے قبیلہ خزرج سے ہیں کنیت انکی ابوالدرداء ہے۔ بدر کے دن مسلمان ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے اور اسی یوم بہت تکلیف برداشت کی اُن سے روایت کرنے والے اُنکے فرزند حضرۃ بلال اور اُنکی زوجہ محترمہ ام الدرداء اور جبیر بن نفیر اور ان کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے وظیفہ میں ان کو اصحابِ بدر کے ساتھ لاحق کیا تھا اور اُنکی وفات ۳۲ھ کو ہے۔

اور علامہ ابوالحسنات عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ "تعلیق الممجد علی موطا محمد" میں جامع الاصول کے حوالہ سے حضرۃ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے تعارف میں فرماتے ہیں:

اشتهر بكنية والدرداء ابنته كان فقيهاً عالماً شهد مابعد احد و سكن الشام ومات بدمشق سنة ۳۲ھ [جامع الاصول بحواله التعليق الممجد على موطا محمد - ص۵۸ - حاشیہ ۸]

حضرۃ ابو درداء رضی اللہ عنہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں اور درداء اُن کی دختر کا نام ہے۔ یہ بہت ہی بڑے فقیہہ اور عالم تھے اُحد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ انہوں نے شام میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور ۳۲ھ کو دمشق میں فوت ہوئے

اس واقعہ میں اسطرح کی صریح غلط بیانی کرنا کہ ایک صحابی کو فوت ہوئے تیس بتیس سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے اتنی طویل مدت کے بعد اسکو زندہ فرض کر کے شریکِ مشورہ دکھایا گیا ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کیلئے مؤید ہے کہ "الأمامة والسياسة" کی نسبت ابن قتیبہ کی طرف

جعلی اور وضعی ہے۔ کیونکہ ابن قتیبہ کے تبحر علمی کے پیش نظر اُن سے اس طرح کی غلط بیانی کا صدور محال ہے۔ نقد و جرح کے محققین نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ جو روایۃ اس طرح کے محال پر مشتمل ہو اس روایۃ پر قطعی طور پر غلط ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ اگرچہ اس روایۃ کی سند سورج کی طرح واضح ہو تب بھی اس پر وضعیت کا حکم ثبت ہو گا۔

فلو کان اسناد ھذا الحدیث کالشمس — اگرچہ اس حدیث کی سند سورج کی طرح واضح،

کان غلطاً و وھماً۔ "زاد المعاد" — تب بھی وہ غلط اور کسی کے وہم کا اختراع ہے۔

ان غیر منقول اور موثق تاریخی روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اس وقت حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اس دنیائے فانی میں موجود ہی نہ تھے۔ پھر ان کے شریک مشورہ ہونے کا تصور ہی ناممکن ہے۔ اسلیئے یہ واقعہ ہی غلط اور کسی سبائی کے ذہن کا اختراع کردہ ہے پھر اس افسانہ میں ایک صحابی کی طرف صریح کذب بیانی کی نسبت کی گئی ہے اس لئے کہ جب حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد ہی یہ نہ تھا کہ وہ ابن سلام کو اپنی دامادی کے شرف سے نوازیں تو پھر اس معاملہ میں استخارہ کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اگر بالفرض ہم اس صریح کذب اور وضعی کہانی میں یہ امر ایک لمحہ کے لئے تسلیم کرلیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیغام رسانی کا فریضہ بھی انہوں نے انجام دیا۔ تب بھی یہ بات عادتاً نادر الوقوع ہے اس لئے کہ ابن سلام کو جب صحابہ میں شمار کیا گیا تو ان کی ولادت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل ہی تسلیم کرنا ہو گا۔ اور اگر انکی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اتنی پہلے تسلیم کی جائے کہ انہوں نے حالتِ شعور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارۃ کی ہو تو کم از کم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت انکی عمر سات سال ہوگی۔ اور یزید کی "ولایت عہد" کے وقت انکی عمر ۵۳ سال ہوگی اور یہ واقعہ اسکی ولایت عہد کے بعد کا ہے۔ اگر ایک سال کی بعدیۃ کا اعتبار کریں۔ تو اُن کی عمر اس وقت کم از کم ۵۴ سال ہوگی۔ یہ مقدارِ احتمالات کے لحاظ سے سب سے زیادہ کم عمر کی صورۃ ہے۔ اب اس عمر کے زمانہ میں ایک دوشیزہ کے ساتھ ان کی ازدواجی زندگی کا معاملہ طے ہو رہا ہے۔ اور اس عقد کے استوار کرنے کیلئے دو جلیل القدر صحابیوں کا انتخاب کیا گیا ہے اور اس پیغام رسانی سے پہلے ان سے مشورہ ہو رہا ہے۔ تو عمر کے اس تفاوۃ کے اعتبار سے بطابق شرعی اصول "المستشار مؤتمن" حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہما پر دیانتاً فرض عائد تھا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیتے کہ یہ "مُعَاقِدَہ" غیر مناسب ہے اس لئے کہ عمر کا بہت ہی زیادہ تفاوۃ ہے اور عمر کے اعتبار سے اتنا بین تفاوۃ زوجین کی ازدواجی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہذا ان صحابہ کا اس طرح کا مشورہ نہ دینا، یہ بات بھی اس امر پر قطعی شاھد ہے کہ یہ روایت جعلی ہے۔ پھر یہ تحریر کیا گیا کہ ان دونوں صحابہ کو اس امر کے متعلق فرمایا کہ کہ عبد اللہ بن سلام سے رشتہ کی بات طے کر کے پھر جا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر سے اس کا تذکرہ کریں۔ جب ان حضرات نے خدمت مفوضہ کی سرانجام دہی پر آمادگی کا اظہار کر لیا تو انکو اجازت دیدی گئی کہ آپ اپنا کام سرانجام دیں۔ جب یہ

حضرات دربارِ خلافة سے تشریف لے گئے تو پھر حضرت معاویہؓ نے کیا کام کیا؟ اس کے متعلق تحریر ہے کہ :

"چنانچہ دونوں صحابی رات کا کچھ حصہ امیر معاویہؓ کی صحبت میں گزار کر اپنے گھروں کو چلے گئے ان کے چلے جانے کے بعد امیر معاویہؓ اپنی دختر کے کمرے میں پہنچے اور فرمانے لگے۔ ابو هریرہؓ اور ابوالدرداء تیرے پاس عبداللہ بن سلام سے بیاہ کا پیغام لانے والے ہیں۔ ان سے بکشادہ پیشانی ملنا اور ان کے سوال کے جواب میں کہنا۔ عبداللہ نہایت شریف اور ہمارے رشتہ دار ہیں۔ میں انہیں اپنے لئے پسند کرتی ہوں۔ صرف ایک عُذر ہے اور وہ یہ کہ ارینب بنت اسحٰق ان کی زوجیت میں ہے اس لئے میں ڈرتی ہوں کہ مجھ میں رشک پیدا نہ ہو جائے۔ جیساکہ فطرۃً عورتوں میں ہوا کرتا ہے۔ پھر مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جو خدا اور رسول کو ناپسند ہو۔ لہذا اگر وہ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلیں تو میں بیاہ کر لینے کے لئے تیار ہوں۔"

کیا کوئی شریف انسان اپنی کنواری لڑکی کو اس طرح کی حیلہ گری کی تعلیم دے سکتا ہے۔ چہ جائیکہ اس طرح کے مذموم فعل کا صدور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی سے ہوا ہو۔ اس طرح کی یہ مذموم حرکت اس شخص کی طرف منسوب کی گئی ہے جس کے حُسنِ اخلاق اور توافقِ ظاہر و باطن کے متعلق سیرت نگاروں اور اُن کے رفقاء کا یہ فیصلہ ہے۔ اُن کے ایک ساتھی حضرت قبیصہ بن جابر اسدی روایت کرتے ہیں کہ :

صحبت معاویه فما رأیت رجلاً احب رفیقا ولا اشبه سریرة بعلانیة منه	میں معاویہ کے ساتھ رہا ہوں اُن سے زیادہ محبوب ساتھی کسی کو نہ پایا۔ اور نہ ہی ظاہر و باطن میں ایسی یکسانیت کسی میں دیکھی۔
[طبری صـ۱۸۸ ج ۶]	

اس روایت اور اس کے علاوہ دیگر صحیح اور موثق روایات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی جو سیرت ہمارے سامنے روشن ہے اُس سے " بالبداهة " یہ اُمر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اخلاق کی اس بلندی پر فائز تھے کہ آپ سے اس طرح کی مذموم حرکات کا صدور " ممتنع الوقوع " ہے۔ اس لئے ہم کامل یقین اور معتمد اذعان سے کہتے ہیں کہ آپ کی طرف اس مذموم حرکت کا اِنتساب کہ جس میں آپ کے ظاہر و باطن کے درمیان صفت تضاد کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے یقیناً جعلی، وضعی اور سبائی رواۃ کی دسیسہ کاری ہے اور پھر تحریر کیا گیا ہے کہ جب یہ دونوں صحابی عبداللہ بن سلام سے رشتہ کی بات طے کر کے حضرت معاویہؓ کی دربار میں حاضر ہوئے تو امیر معاویہؓ نے کہا :

" ہم خوش ہیں کہ عبداللہ اس نسبت کو منظور کرتے ہیں مگر کہ جیساکہ ہم نے کہا تھا کہ ہم نے لڑکی کو بھی

اِس مسئلہ میں اختیار دے رکھا ہے۔ اب آپ ذرا اُس کے پاس جائیں اور اُس کی منظوری بھی حاصل کرلیں چنانچہ دونوں بزرگ دختر امیر سے جاملے اور کُل باتیں سنا کر جواب کے طالب ہوئے۔ لڑکی نے وھی بندھا ٹکا جواب دیا کہ عبداللہ سے اس شرط پر شادی منظور کروں گی کہ وہ پہلے ارینب کو طلاق دے دیں۔"

اس روایۃ میں درایۃً یہ سقم ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کی مفروضہ دختر نے نکاح کی منظوری کو عبداللہ بن سلام کی پہلی بیوی "ارینب" کی طلاق پر معلق کیا تو حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابوھریرہؓ پر شرعی فریضہ عائد ہوتا تھا کہ یہ دونوں حضرات دختر امیر کو نصیحت کرتے کہ شرعی اعتبار سے تمہارا یہ مطالبہ غلط ہے کیونکہ خود حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے:

عن ابی ھریرۃ۔ قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسئل المرأۃ طلاق اختھا لتستفرغ صحفتھا ولتنکح فان لھا ما قدر لھا۔

[مشکوٰۃ المصابیح ص۲۷۱ ج ۲
باب اعلان النکاح والخطبۃ والشرط۔ فصل اوّل]

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنی اسلامی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔ تاکہ مرد اُس کے لئے اکیلا ہو۔ بلکہ وہ نکاح کرے اُس کے لئے حقوقِ زوجیۃ میں سے جو حصّہ مقدر ہو چکا ہے وہ اس کو ضرور حاصل ہوگا۔

ان دونوں جلیل القدر صحابیوں کا اس غیر شرعی شرط پر سکوت اختیار کر لینا اس روایۃ کے وضعی ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔ حضرۃ معاویہؓ کی اس مفروضہ دختر کے مطالبہ پر عبداللہ بن سلام نے ارینب کو طلاق دیدی۔ پھر کیا ہوا؟ اس پر افسانہ نویس کہتا ھے:

"ارینب کی طلاق کی عدۃ کے ختم ہونے سے بیشتر ہی امیر معاویہؓ اپنے ارادہ کی تکمیل میں کوشاں ہوگئے جس کا خاکہ اُنھوں نے پہلے ہی مرتب کر لیا تھا۔ اسی کی انجام دہی کے لئے اُنھوں نے فقط ابوالدرداءؓ کو بُلایا اور ابوھریرہؓ کو اس لئے نہ بُلایا کہ سادہ لوح اور ہاں میں ہاں ملانے والے ھیں۔ ابوالدرداء جب باریاب ہوئے تو ان سے کہا کہ ھم نے استخارہ کرنے کے بعد تمہیں اس غرض سے بلایا ہے کہ تم کو عراق بھیجیں۔ وھاں پہنچ کر ہماری جانب سے ھمارے

ولی عہد یزید کی منگنی کا پیغام اُرینب بنت اسحٰق کو پہنچاؤ اور جہاں تک ممکن ہو۔ اپنی عقلمندی و فراست سے اس کو یزید سے بیاہ کر لینے پر آمادہ کر لو۔"

چنانچہ بقول افسانہ نویس حضرۃ ابوالدرداء امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کوفہ روانہ ہو گئے۔ جب آپ کوفہ پہنچے تو انہوں نے حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ اُن کے دریافت کرنے پر آپ نے اپنے سفر کی غرض و غائیت بیان کی۔ اس پر حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"آپ میرا بھی پیغام لیتے جائیں ہم دونوں میں سے جس کو چاہے وہ پسند کرلے جو مہر آپ یزید کی جانب سے پیش کرنے والے ہیں اسی قدر میری جانب سے بھی پیش کر دیجئے گا۔"

جب حضرۃ ابوالدرداءؓ "اُرینب" کے پاس پہنچے یزید اور حضرت حسینؓ کا پیغام اُس کو پہنچایا۔ اس پر اُرینب نے آپ سے کہا کہ آپ ہی میرے بزرگ ہیں۔ اِن دونوں میں سے جس کے متعلق آپ مجھے مشورہ دیں گے میں اس سے نکاح کر دوں گی۔ حضرۃ ابوالدرداءؓ نے اس کو حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مشورہ دیا چنانچہ بخوشی اُس نے اس پیغام کو قبول کر لیا اور حضرۃ حسینؓ سے اس کا عقد نکاح ہو گیا۔ حضرۃ ابوالدرداء جب دمشق واپس ہوئے اُن سے پہلے حضرت حسینؓ کے نکاح کی خبر دمشق پہنچ چکی تھی اُن کے دمشق پہنچنے پر حضرۃ معاویہ اُن سے ناراض ہو گئے۔ اس پر افسانہ نویس تحریر کرتا ہے:

"اس واقعہ کے بعد شاہانہ التفات و اکرام دونوں صحابیوں کے حق میں کم ہو گئے اور پھر مذکورہ دونوں بزرگ دمشق کو خیر باد کہہ کر مدینہ چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔"

اب سوال یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ واقعہ صحیح ہے اور حضرۃ ابوالدرداءؓ نے حضرت معاویہؓ کے ولی عہد کی مراد بر آری کے خلاف ہی اُرینب کو حضرت حسینؓ سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور اسی مشورہ کے تحت اُرینب حضرت حسینؓ کے حبالۂ نکاح میں آگئی۔ تو اس میں حضرۃ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کیا قصور ہے۔ اُن سے شاہی التفات و اکرام کیوں کم ہو گیا اور انہوں نے کیوں دمشق سے ترک سکونت اختیار کر لی اور پھر یہ کہ اگر حضرت ابوالدرداءؓ ، بقول افسانہ نویس "دمشق کو خیر باد کہہ کر مدینہ چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔"

تو اس روایۃ کے پیش نظر ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہونی چاہیئے حالانکہ حضرت ابوالدرداءؓ کے متعلق مؤرخین کا فیصلہ ہے کہ "مات بدمشق" یعنی حضرت ابوالدرداء دمشق میں فوت ہوئے۔ یہ واقعہ بھی اس افسانہ کے وضعی ہونے پر ایک برہان بیّن ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن سلام بھی شاہی عتاب کا شکار ہو گیا معلوم نہیں اس کا کیا قصور تھا جبکہ وہ پوری

طرح حضرت معاویہؓ کے دامِ مخادعت کا شکار ہو چکا تھا۔ آخر وہ بھی مفلوک الحالی کی کیفیت میں کوفہ پہنچا۔ اس نے دورِ امارۃ میں دولت کی ڈُو تھیلیاں ارینب کے حوالہ کی تھیں اب وہ اس اُمید پر آیا کہ کسی ذریعے سے وہ ڈُو تھیلیاں ارینب سے حاصل کی جائیں۔ اتفاقاً کوفہ کی مسجد میں حضرۃ حسینؓ سے اُسکی ملاقات ہو گئی۔ اثنائے گفتگو میں اس نے حضرۃ حسینؓ سے اپنی اُن ڈُو تھیلیوں کا ذکر کیا۔ اُنہوں نے جاکر ارینب سے دریافت کیا۔ اُس نے اعتراف کیا کہ واقعی اُس کی امانت میرے پاس موجود ہے اور ساتھ ہی اُس نے وہ تھیلیاں نکال کر حضرت حسینؓ سے کہا یہ لیجئے اور انہیں دے دیجئے، لیکن حضرۃ حسینؓ نے کہا کہ میں عبداللہ کو تمہارے پاس لے آتا ہوں تاکہ تم دست بدست اُن کی امانت اُن کے حوالے کر کے بری الذمہ ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرۃ حسینؓ عبداللہ کو ارینب کے پاس لے آئے اور دونوں کو کمرے میں اکیلا چھوڑ کر خود باہر تشریف لے گئے۔ اِن دونوں کی ملاقات کا منظر افسانہ نویس کی تحریر میں ملاحظہ ہو:

> دونوں دھاڑیں مار مار کر ایک دوسرے کو حسرۃ بھری نگاھوں سے دیکھنے لگے۔ سیدنا حسینؓ کمرے سے باہر کھڑے ہوئے اُن کی گریہ زاری اور شکوہ شکایت سن رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں واپس آئے ان کو دیکھتے ہی رونے والوں نے آنسو پونچھ ڈالے۔ بے شبہ وہ منظر عجیب جگر سوز تھا۔ سیدنا حسینؓ بھی بے حد متاثر ہوئے تم دونوں رو رہے ہو؟ سنو عبداللہ! سیدنا حسینؓ نے فرمایا:
>
> "میں اللہ کو گواہ کر کے تمہاری شہادۃ میں ارینب کو تین طلاقیں دیتا ہوں۔ اس وقت سے وہ میرے لئے حرام ہے اور تمہارے لئے حلال ہے۔"
>
> پھر قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا۔ "تو بخوبی جانتا ہے کہ میں نے ارینب سے اُس کے جمال و مال کی خواہش میں نکاح نہیں کیا تھا میرا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ دوبارہ اپنے مظلوم شوہر کے لئے حلال ہو جائے اور یزید بن معاویہ کو اس معرکہ میں شکست ہو۔"

حضرت حسینؓ کی طرف منسوب اس فرضی اور اختراعی گفتگو سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ نکاح حلالہ اور حیلہ سازی کی نیت سے کیا تھا اور شریعت میں اس طرح کے حیلہ ساز اور محلل کو موجب لعنۃ قرار دیا گیا ہے۔ کیا حضرۃ حسینؓ کے متعلق یہ امر متصور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہو جو کہ موجب لعنت ہو۔ حدیث کی امہات الکتب یعنی سنن ابوداؤد[1]۔ سنن ترمذی[2]۔ ابن ماجہ[3]۔ بیہقی[4]۔ مصنف ابن ابی شیبہ[5]۔ سنن نسائی[6]۔ مستدرک حاکم[7] اور مسند احمد[8] میں۔ حضرۃ علی[9]۔ حضرۃ ابوھریرہ[10]،

حضرۃ عبداللہ بن مسعود [6] ۔ حضرۃ جابر بن عبداللہ [5] ۔ حضرۃ عبداللہ بن عباس [4] ۔ حضرۃ عقبہ [3] رضی اللہ عنہم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے :

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل و المحلل لہ ۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کہ جو بنیت حلالہ نکاح کرے اور وہ شخص جس کے لئے اس مذموم نکاح کا ارتکاب کیا جائے مستحقِ لعنۃ گردانا ۔

اسی حدیث کے حکم میں وہ نکاح بھی داخل ہے جو عارضی طور پر کسی حیلہ گری کی نیت سے کیا جائے ۔ حضرت حسین رض کے نکاح کی جو صورت بھی اختیار کی جائے وہ اس مذموم فعل کے حکم میں داخل ہے ۔ اب وہ افسانہ جس میں ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح کے مذموم فعل کے ارتکاب کی نسبت کی گئی ہو وہ بدیہی البطلان ہے ۔

پھر اس کے بعد ہے کہ :

عبداللہ اور اریب نے سرِ شام سفر کی تیاریاں کرلیں ۔ دوسرے دن علی الصباح سیدنا حسین رض سے وداع ہوکر وہ خوشی خوشی اپنی جائے سکونت کو روانہ ہوگئے ۔"

یہ افسانہ اسی جملہ پر اختتام پذیر ہوا ہے ۔ اب اس واقعہ میں شرعی احکام کی جس طرح کی بے حرمتی اور پامالی کی گئی ہے ۔ اس کے پیشِ نظر یہ ناممکن ہے کہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ نے یہ "ایثار" کیا ہو ۔ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ کی حمیت اور غیرت کے اعتبار سے یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ کو ایک اجنبی مرد کے ساتھ خلوت کدہ میں بے پردگی کی حالت میں بیٹھنے کی اجازت دیدی ہو ۔ یہ عمل کسی متعہ باز رافضی سے تو ممکن ہے لیکن حضرۃ حسین رض جیسے پاکباز باغیرت سے اس کا صدور ناممکن ہے ۔ پھر یہ کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اریب کو طلاق دیدی تو بنصِ قرآن مجید اریب پر عدۃ طلاق لازم تھی ۔ اور اسی عدۃِ طلاق میں اس کے لئے حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ کے دولتکدہ سے باہر نکلنا شرعاً حرام تھا ۔ اور اسی طرح حضرۃ حسین رض پر بھی لازم تھا کہ وہ اریب کو اپنے گھر سے باہر نہ جانے دیتے ۔ کیونکہ مدتِ عدۃ میں عورت کا خانۂ شوہر میں قیام شرعی حق کی بنا پر ہے نا کہ صرف حق العبد ہے تاکہ زوج اور اس کی مطلقہ کی رضامندی سے ساقط ہوجائے ۔ کیوں کہ قرآن مجید میں ہے " لَا تُخْرِجُوْهُنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ ۔" یعنی انہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں اور پھر شرعی قانون یہ ہے کہ جس طرح کسی شخص کی منکوحہ زوجہ سے نکاح حرام ہے اسی طرح معتدہ طلاق سے بھی حالتِ عدۃ میں نکاح کرنا حرام ہے بلکہ صریح الفاظ میں خطبہ کرنا بھی ممنوع ہے کیونکہ جب تک عورۃ عدۃِ طلاق میں

ہے اُس وقت تک شوہر کے نکاح کا اثر موجود ہے۔ اور اس افسانہ میں ہے کہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت سے ہی ارینب کو ابنِ سلام کے حوالہ کر دیا اور صبح سویرے وہ ارینب کو لیکر چلا گیا۔ کیا حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ سے بھی احکامِ شریعت کے ساتھ اس طرح کے " تَلَعُّب " کا امکان ہوسکتا ہے۔ مزید براں اس افسانہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جس طرح کے " اِیقاع طلاق " کی نسبت کی گئی ہے، شرعی طور پر طلاق کے ایقاع کا یہ طریقہ بھی ممنوع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس افسانے کا اختراع خالص الحاد پسند ذہن کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اُس نے "یزید" کے بدنام کردار میں جس طرح حضرت معاویہ رض کے کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے اسی طرح اس افتراء رقم قلم کی زہر آلود نوک سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم کو زخمی کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ بلکہ حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف " مُخادِعة " کے جس کردار کو منسوب کیا گیا ہے اس سے کئی درجہ زیادہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف شرعی احکام سے " تلعّب " کے جرم کو منسوب کیا گیا ہے لہذا یہ ایسے واضح دلائل ہیں جن کی روشنی میں قطعی طور پر یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ یہ افسانہ محض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف جذبۂ منافرۃ پھیلانے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم	=/۱۰۰۰ روپے
ٹائیٹل دوسرا اور تیسرا صفحہ	=/۸۰۰ روپے
عام صفحہ (سالم)	=/۳۰۰ روپے
〃 〃 (۱/۲)	=/۱۵۰ روپے
〃 〃 (۱/۴)	=/۷۵ روپے

مُستقل مُعاونین کے لئے خصوصی رعایت ہوگی

نقیب ختم نبوت